حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے دس حق

تصنیف

حضرت مولانا ندیم احمد انصاری صاحب زید مجدہ

ڈیریکٹر و محقق الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن انڈیا

تفصیلات

کتاب کا نام:.................**حضرت محمد** ﷺ کے **دس حق**

مصنف:............................... حضرت مولانا ندیم احمد انصاری زید مجدہ

ٹائپنگ وسیٹنگ.............................الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

ناشر...الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محسنِ انسانیت، رحمۃ للعالمین، سیدنا و مولانا حضرت محمد ﷺ – جنھوں نے حیوانِ ناطق کو انسان بنایا، جنھوں نے بچیوں کو زندہ درگور کرنے والوں کو اُن سے محبت کرنا سکھایا، جنھوں عورتوں کو معاشرے میں 'ایک چیز' کے بہ جائے انسانیت کے شرف سے نوازا، جنھوں نے بڑوں کے ادب و احترام کی تاکید کی، جنھوں نے چھوٹوں پر شفقت کرنے کی تعلیم دی، جنھوں نے بیواؤں، ضعیفوں اور کم زوروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا سکھایا، جنھوں نے عفوودرگُزر کرنا ثواب کی چیز بتلایا، جنھوں نے مخلوں سے خالق کا تعارف کروایا – افسوس ہزار بار افسوس کہ آج ہم اُسی عظیم ذات کے حقوق سے ناواقف ہو گئے!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارے جُرم کو معاف فرمائے اور اپنے نبی ﷺ کے حقوق ادا کرنے والا اور آپ کی ذات والاصفات سے تعلق مضبوط کرنے والا بنائے۔ آمین

رسول اللہ ﷺ کے جو حقوق امت پر لازم ہیں، انھیں مندرجہ ذیل عناوین کے تحت سمجھا جا سکتا ہے: (۱) آپ ﷺ پر ایمان لانا (۲) آپ ﷺ کو آخری نبی ماننا (۳) آپ ﷺ کی اطاعت کرنا (۴) آپ ﷺ کا ادب و احترام کرنا (۵) آپ ﷺ سے محبت کرنا (۶) آپ ﷺ کا دفاع کرنا (۷) آپ ﷺ کی مدد و نصرت کرنا (۸) آپ ﷺ کے اہلِ بیت واصحاب رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا (۹) آپ ﷺ کے دوستوں سے دوستی اور دشمنوں سے دشمنی رکھنا (۱۰) آپ ﷺ کی خدمت میں درود سلام کا نذرانہ پیش کرنا۔ تلک عشرۃ کاملۃ

① رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا

ایمان کے جو بنیادی ارکان ہیں، اُن میں رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا بھی داخل ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ پر ایمان لانے کا دعوے دار ہو اور آپ ﷺ کی رسالت کا انکار کرے، اُسے مومن قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ارشادِ ربانی ہے:

{یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ}﴿۱﴾

اے ایمان والو! ایمان لاؤ تم اللہ پر اور اُس کے رسول پر۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

{وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ}﴿۲﴾

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں، وہی اپنے پروردگار کے نزدیک سچّے ہیں۔

’بخاری‘ و’مسلم‘ کی ایک روایت میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے درجِ ذیل امور پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیا؛ (۱) اللہ تعالیٰ پر (۲) فرشتوں پر (۳) (اللہ کی

(۱) سورۃ النساء:۱۳۶

(۲) سورۃ الحدید:۱۹

طرف سے نازل کردہ) کتابوں پر (۴) رسولوں پر (۵) آخرت کے دن پر اور (۶) تقدیر اچھی ہو یا بری، اُس کے اللہ ہی کے طرف سے ہونے پر۔﴿۱﴾

رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں میں اپنے احکام پہنچانے کے لیے انھیں میں سے اپنے چُنے ہوئے بندے، کتابیں اور معجزے دے کر بھیجتے ہیں، جن کو 'نبی' یا 'رسول' کہتے ہیں، جن میں حضرت آدم علیہ السلام سب سے اوّل مبعوث ہوے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سب سے آخر میں۔

روایتوں میں نبیوں اور رسولوں کا شمار ایک لاکھ چوبیس ہزار آیا ہے، بعض روایات میں ایک لاکھ چونتیس ہزار اور بعض میں دو لاکھ چوبیس ہزار کا شمار آیا ہے، اور یہ تعداد قطعی نہیں ہے، غالباً کثرت کے بیان کے لیے ہے، تاکہ کوئی کمی نہ رہے۔ اس لیے بغیر تعیین وتحدید کے اس طرح ایمان لانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے رسول بھیجے، ہم اُن سب کو برحق اور رسول و نبی مانتے ہیں۔ جن نبیوں کے اسماے گرامی قرآنِ کریم اور احادیثِ صحیحہ میں مذکور ہیں، اُن کے علاوہ کسی کو مسمیٰ نبی کہنا درست نہیں۔﴿۲﴾

سیدنا حضرت محمد ﷺ چوں کہ آخری نبی ہیں- جسے بالتفصیل ہم علاحدہ بیان کریں گے- اس لیے اب مومن ہونے کے لیے لازم ہے کہ سابقہ تمام انبیا پر جزوی اور آپ ﷺ پر کلی طور پر ایمان لائے۔

---

(۱) بخاری: ۵۰، مسلم: ۱

(۲) ماخوذ از عمدۃ الفقہ: ۱/ ۲۴

قرآنِ کریم میں ہے:

{مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ}﴿۱﴾

محمد اللہ کے رسول ہیں۔

پورے قرآن میں خاتم الانبیا ﷺ کا نام مبارک لینے کے بہ جائے عموماً آپ کا ذکر اوصاف و القاب کے ساتھ کیا گیا ہے، خصوصاً نِدا کے موقع پر {یٰأیھا النبیُّ}، {یٰأیھا الرسولُ} وغیرہ۔

پورے قرآن میں صرف چار جگہ آپ ﷺ کا نامِ مبارک 'محمد' ذکر فرمایا ہے، وہ بھی وہاں جہاں اِس کے ذکر میں کوئی مصلحت تھی۔ جیسے ایک مقام پر مصلحت یہ تھی کہ حدیبیہ کے صلح نامے میں آپ کے نام کے ساتھ جب حضرت علیؓ نے رسول اللہ لکھا تو کفارِ قریش نے اِس کو مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھنے پر اصرار کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بہ حکمِ ربانی ایسا کرنا قبول کر لیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر خصوصیت سے آپ کے نامِ مبارک کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ قرآن میں لا کر اس کو دائمی بنا دیا، جو قیامت تک اسی طرح پڑھا اور لکھا جاتا رہے گا۔﴿۲﴾

المختصر! آپ ﷺ کا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ آپ کی رسالت پر ایمان لایا جائے۔ ❑❖❑

---

(۱) سورۃ الفتح: ۲۹

(۲) ماخوذ از معارف القرآن: ۹۱/۸

② رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی ماننا

ایمان کی تکمیل کے لیے جس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو معبود ماننے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اُس کے علاوہ کسی کو حقیقی معبود نہ مانے، اسی طرح حضرت محمد ﷺ کو نبی و رسول ماننے کے ساتھ ساتھ یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری رسول و نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا بیان قرآن و احادیث میں اس کثرت و وضاحت سے آیا ہے، جس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش ہے نہ انکار کی۔ اس مسئلے میں ہر دور کے مسلمانوں کا اجماع رہا ہے، بلکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جس مسئلے پر سب سے پہلے اجماع ہوا، وہ بھی یہی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

{مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ، وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا}(۱)

محمد ﷺ تمھارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، ہاں اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے خاتم ہیں اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اس اعلانِ خداوندی کے بعد کسی کا منھ نہ رہا کہ وہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے، لیکن

---

(۱) سورۃ الاحزاب:40

افسوس کہ اس قدر صریح ارشاد کے باوجود متعدد ایسے ناہنجار پیدا ہوتے رہے، جنھوں نے اس مقامِ عالی شان کو اپنی ہوس کا شکار بنانے کی کوشش کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسے موقعوں پر ہمیشہ ایسے جیالے بھی پیدا کیے، جنھوں نے ان ملعونوں کو دھول چٹانے اور اُن کے تمام جھوٹے دعووں اور دلیلوں کا دندانِ شکن جواب دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

حضرت زید ابن حارثہؓ روایت کرتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر مسلمان ہو گیا، تو میرا قبیلہ مجھے تلاش کرتا ہوا آپ ﷺ کے پاس آیا اور مجھ سے کہا: اے زید! ہمارے ساتھ چلو۔ انھوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں کسی کو پسند نہیں کرتا اور نہ آپ ﷺ کے سوا کسی کا ارادہ رکھتا ہوں۔ انھوں نے آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا: اے محمد! اس لڑکے کے عوض میں ہم آپ کو بہت سا مال دے سکتے ہیں، جو آپ چاہیں ہمیں بتلا دیں، ہم اُسے ادا کر دیں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تم سے صرف ایک چیز مانگتا ہوں، وہ یہ کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، اور اس بات کی کہ میں اُس کے بھیجے ہوئے تمام نبیوں اور رسولوں میں آخری نبی اور رسول ہوں۔ اگر تم ایسا کرو، تو میں ابھی اس لڑکے کو تمھارے ساتھ بھیجے دیتا ہوں۔﴿۱﴾

اس حدیث میں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی توحید پر ایمان لانے کا مطالبہ کیا، اسی کے ساتھ ختمِ نبوّت پر ایمان لانے کا مطالبہ بھی کیا، اس کی وجہ یہی ہے کہ

(۱) مستدرک حاکم: 3/314

رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا، آپ کی ختمِ نبوت پر ایمان لائے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ قرآنِ کریم میں {وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ} کے ساتھ {وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ} کا لفظ بھی اسی لیے استعمال کیا گیا کہ آپ ﷺ صرف رسول اللہ نہیں، بلکہ خاتم النبیین بھی ہیں۔ یہ آپ ﷺ کا مخصوص لقب ہے اور آپ ﷺ نے ہی اس کا دعویٰ کیا ہے، آپ سے پہلے کبھی کسی نبی نے یہ دعویٰ نہیں کیا۔

مذکورہ بالا حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ لقب بہ طورِ مدح نہیں، بلکہ عقیدے کی حیثیت سے ہے۔ 'خاتم المحدثین' یا 'خاتم الشعرا' کی طرح صرف ایک محاورہ نہیں ہے۔(۱)

معلوم ہوا کہ جہانوں کا سردار آچکا، اب کوئی نیا نبی یا رسول نہیں آئے گا اور دنیا اسی کے زیرِ رسالت وسیادت ختم ہوگی۔

قرآنِ کریم میں ہے:

{يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ اِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ يَقُصُّوۡنَ عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِىۡ‌ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ}(۲)

اے آدم کی اولاد! (دیکھو) تمھارے پاس تم میں سے ہی رسول آئیں گے، جو میری آیتیں تمھیں پڑھ پڑھ کر سنائیں گے، جس نے تقوے کی راہ اختیار کی، اور

---

(۱) ترجمان السنۃ:1/355بتغیر

(۲) سورۃ الاعراف:35

نیک رہا،تو اُس پر نہ گذشتہ کا خوف، نہ آیندہ کا غم۔

اس اعلان کے مطابق خدا تعالیٰ کی زمین پر بہت سے رسول آئے، مگر کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ خاتم النبیین ہے، بلکہ ہر رسول نے اپنے بعد دوسرا رسول آنے کی بشارت سنائی، حتیٰ کہ وہ زمانہ آ گیا جب کہ اسرائیلی سلسلے کے آخری رسول نے اسماعیلی سلسلے کے اُس رسول کی بشارت دے دی، جس کا اسمِ مبارک 'احمد' ہے۔

{وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ}(۱)

اور جب کہ عیسیٰ بن مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمھارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں، مجھ سے پہلے جو توراۃ ہے، مَیں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں، اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام 'احمد' ہوگا، ان کی بشارت دینے والا ہوں۔

پھر عالم کے اس منتظر اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے اس مبشر رسول نے دنیا میں آکر ایک نیا اعلان کیا، اور وہ یہ تھا کہ 'مَیں اب آخری رسول ہوں! خود عالَم کا زمانہ بھی آخر ہے اور ہاتھ کی دو اُنگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا کہ مَیں اور قیامت اِس طرح قریب قریب ہیں! عالَم اپنے عروج کو پہنچ چکا ہے، قصرِ نبوت میں ایک ہی اینٹ

---

(۱) سورۃ الصّف:6

باقی تھی، وہ میری آمد سے پوری ہوگئی ہے۔ دونوں تعمیریں مکمل ہوگئیں ہیں، اب صلاح وتقوے کا نتیجہ دیکھنے کا زمانہ آتا ہے‘۔﴿۱﴾

اسی لیے علماے اسلام نے دوٹوک الفاظ میں تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے نبی، رسول اللہ حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کو آپ پر ختم کر دیا ہے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ کی نبوت کے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا، اب آپ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔ اور آپ کا لایا ہوا دین تمام گذشتہ دینوں کا ناسخ ہے، آپ کی لائی ہوئی کتاب، تمام گذشتہ کتابوں کے احکام کی ناسخ ہے۔ قیامت تک کے لیے صرف آپ ﷺ کا دین اور آپ کی شریعت کا اتباع فرض ہے اور اس کے سوا تمام دینوں کا ترک کرنا لازم ہے۔ سوائے آپ ﷺ کی پیروی کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ تک پہنچنے کی سب راہیں بند کر دی گئی ہیں اور آپ ﷺ کی شریعت تمام شریعتوں کی ناسخ ہے، اب قیامت تک آپ ہی کی شریعت رہے گی اور کبھی منسوخ نہ ہوگی۔

جو شخص آں حضرت ﷺ کو خاتم النبیین نہ سمجھے، وہ بلا شبہ کافر ہے اور جو شخص آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے، وہ بلا شبہ کافر ہے۔﴿۲﴾

جن فرقوں نے رسول اللہ ﷺ پر ختمِ نبوت کا انکار کر کے نبی کے لیے دروازہ

---

(۱) ترجمان السنۃ: 1/377، بتغیر

(۲) عقائد الاسلام: 2/75، بتغیر

کھولنا چاہا اور قرآنِ کریم کی واضح تصریح 'خاتم النبیین' کو اپنے مقصد میں حائل پایا تو انھوں نے رسول و نبی کی بہت سی قسمیں اپنی طرف سے اختراع کرلیں، جن کا نام 'نبیِ ظلّی'، 'نبیِ بروزی' وغیرہ رکھ دیا، اور ان کے لیے گنجائش نکالنے کی کوشش کی۔ مذکورالصدر آیت نے ان کے دجل و گم راہی کو بھی واضح کر دیا، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کے ایمان بالرسل میں کسی ظلی و بروزی کا کہیں نام و نشان نہیں، یہ کھلا ہوا زندقہ اور الحاد ہے۔(۱)

البتہ اس تفصیل سے کسی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قُربِ قیامت واپس آنے سے آپ ﷺ کی ختم نبوت پر اشکال نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ خاتم النبیین اور آخر النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص عہدۂ نبوت پر فائز نہیں ہوگا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ سے پہلے جس کو نبوت عطا ہو چکی ہے اُن کی نبوت بھی سلب ہو جائے گی یا اُن میں سے کوئی اِس عالم میں پھر نہیں آسکتا، البتہ آں حضرت ﷺ کے بعد جو بھی آپ ﷺ کی امت میں اصلاح و تبلیغ کے لیے آئے گا، وہ اپنے منصبِ نبوّت پر قائم رہتے ہوئے، اس امت میں اصلاح کی خدمت آں حضرت ﷺ کی تعلیمات ہی کے تابع رہ کر انجام دے گا، جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں تصریح ہے۔(۲)

---

(۱) معارف القرآن: 1/356

(۲) معارف القرآن: ۷/ ۱۶۴، بتغیر

اس اشکال کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا، جیسے آخری اولاد اور آخری بیٹے کے یہ معنی ہیں کہ اِس کے بعد کوئی بیٹا پیدا نہیں ہوا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ سے پہلے پیدا ہوئے اور آپ سے پہلے پیغمبر ہوئے، اس لیے اُن کا نزول ختمِ نبوت کے معارض نہیں۔﴿۱﴾

❑❖❑

(۱) دیکھیے مسلک الختام من ختم النبوۃ:36

③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنا

رسول کی حیثیت اسلام میں محض پیام بر کی نہیں، بلکہ رسول کی اطاعت مستقل حیثیت سے واجب ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ}(۱)

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔

اس آیت میں اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کو مستقل طور پر واجب قرار دیا گیا، اس لیے کہ ان دونوں اطاعت کے لیے قرآنِ کریم میں مستقل طور پر لفظ {أطیعوا} استعمال فرمایا گیا۔

اطاعتِ رسول کے مستقل واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا ہر حکم مانا جائے، خواہ اُس کی اصل ہمیں قرآن میں معلوم ہو سکے یا نہ۔ اس کا یہ مطلب نہیں سمجھنا چاہیے کہ بعض سنتوں کی اصل قرآنِ کریم میں موجود نہیں، بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ رسول کی اطاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا ہمیں مکلّف ہی نہیں بنایا کہ اس کی سنت میں تلاش کی جائے۔

---

(۱) سورۃ النساء:۵۹

اگر کوئی یہ سمجھے کہ رسول کی اطاعت بھی صرف اُن احکام تک محدود ہے، جن کا ذکر قرآنِ کریم میں صاف صاف موجود ہے، تو پھر اصلاً اِس آیت کا کوئی مفہوم ہی باقی نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ بھی بیسیوں آیتیں ہیں، جن میں اطاعتِ رسول کا علاحدہ حکم دیا گیا ہے، جن کا مطلب یہی ہے کہ آپ ﷺ کی بہ راہِ راست اطاعت کی جائے۔

یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ یہ حکم خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ہے، اس لیے اگر کوئی رسول کی اطاعت نہیں کرتا، وہ اصلاً اللہ کی اطاعت نہیں کرتا، اور گویا رسول کی اطاعت میں بھی اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔

اس کو اللہ تعالیٰ نے مزید وضاحت کے ساتھ یوں فرما دیا:

{مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہ}(۱)

جس نے رسول کی اطاعت کی، اُس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔

ایک مقام پر فرمایا:

{وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ یُدۡخِلۡہُ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰر، وَمَنۡ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبۡہُ عَذَابًا اَلِیۡمًا}(۲)

جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ اور جو کوئی روگردانی کرے گا، اسے درد ناک عذاب دیں گے۔

---

(۱) سورۃ النساء: ۸۰

(۲) سورۃ الفتح: ۱۷

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔﴿۱﴾

ان آیات وروایات سے معلوم ہوا کہ اللہ پر یا رسول پر صرف ایمان لانا کافی نہیں بلکہ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت بھی واجب ہے۔کوئی انسان محض {آمَنتُ بِاللّٰہِ وَ رَسُولِہٖ} کہہ کر ایمان والا نہیں سمجھا جا سکتا، جب تک اللہ و رسول کی اطاعت نہ کرے۔

قرآنِ کریم کا اعلان ہے:

{فَلاَ وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا}﴿۲﴾

قسم ہے آپ کے رب کی! یہ ایمان والے نہ ہوں گے، جب تک آپس کے اختلافات میں آپ ہی کو حَکَم نہ ٹھہرائیں، (اور جب آپ کو حکَم بنا لیں تو) اس کے بعد آپ کے فیصلے سے اپنے دل میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں اور پوری طرح اُس کے سامنے سرنگوں نہ ہو جائیں۔

ایک مقام پر فرمایا گیا:

---

(۱) بخاری:۷۱۳۷

(۲) سورۃ النساء:۶۵

{وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ}(۱)

جو کچھ رسول تمھیں دیں، وہ لے لو اور جس سے منع کریں، اس سے رُک جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک! اللہ کا عذاب سخت ہے۔

یہ آیت اگرچہ مالِ فئی کی تقسیم کے سلسلے میں آئی ہے اور اس سلسلے کی مناسبت سے اس کا مفہوم یہ ہے کہ مالِ فئی میں اگرچہ اللہ تعالیٰ نے مستحقین کے طبقات کر دیے ہیں، مگر اس میں کس کو کتنا دیں اس کی تعیین رسول اللہ ﷺ کی صواب دید پر رکھی ہے، اس لیے مسلمانوں کو اس آیت میں ہدایت دی گئی کہ جس کو آپ ﷺ جتنا عطا فرما دیں، اس کو راضی ہو کر لے لیں اور جو نہ دیں اس کی فکر میں نہ پڑیں۔ آگے اس کو {وَاتَّقُوا اللّٰهَ} کے حکم سے مؤکد کر دیا کہ اگر اس معاملے میں کچھ غلط حیلے بہانے بنا کر زائد وصول کر بھی لیا، تو اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے، وہ اس کی سزا دے گا۔

لیکن الفاظِ آیت عام ہیں، صرف اموال کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ احکام بھی اس میں داخل ہیں، اس لیے عام انداز میں اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو کوئی حکم یا مال یا اور کوئی چیز آپ ﷺ کسی کو عطا فرما دیں، وہ اُس کو لے لینا چاہیے اور اس کے مطابق عمل کے لیے تیار ہو جانا چاہیے اور جس چیز سے روک دیں، اُس سے رُک جانا چاہیے۔

بہت سے صحابہ کرامؓ نے اسی عام مفہوم کو اختیار کر کے رسول اللہ ﷺ کے ہر

---

(۱) سورۃ الحشر: ۷

حکم کو اس آیت کی بنا پر قرآن ہی کا حکم اور واجب التعمیل قرار دیا ہے۔(۱)

یہ بھی یاد رہے کہ اطاعت کے معنی احکام کی اطاعت ہے، ذات کی اطاعت نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے معنی اُس کی کتاب کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کے معنی اُس کے احکام کی اطاعت ہے، اور یہاں رسول کی اطاعت میں اُن کی حیات و وفات سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا، اس لیے کہ خواہ آپ ہمارے سامنے موجود نہیں، لیکن اپنے روضے میں تو موجود ہیں، اور اطاعت کے لیے مُطاع کا سامنے ہونا شرط نہیں۔

❑❖❑

(۱) معارف القرآن: ۸/ ۷۰۳-۷۱۳، بتغیر

④ رسول اللہ ﷺ کا ادب واحترام کرنا

رسول اللہ ﷺ کا نہایت ادب واحترام بھی ایمان والوں پر لازم وضروری، بلکہ ایمان کا جزو ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایمان والوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ہی، رسولوں کو بھیجنے کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا، لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ، وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا}(۱)

بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، تاکہ تم لوگ اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ، اُس کا ساتھ دو اور اُس کا ادب کرو، الخ۔

بلکہ آپ ﷺ کے غایت درجے احترام کی نسبت ایمان والوں کو سخت تنبیہ کی اور ارشاد فرمایا:

{يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ}(۲)

---

(۱) سورۃ الفتح:۸-۹

(۲) سورۃ الحجرات:۲

اے وہ لوگو، جو ایمان لائے ہو! اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز میں بات کرو، جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ (اس بے ادبی کے باعث) تمھارے تمام (نیک) اعمال برباد ہو جائیں اور تمھیں شعور بھی نہ ہو۔

اسی کا اثر تھا کہ حضرت مالک بن انسؒ جب حدیثِ رسول بیان کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے غسل فرماتے، پھر عود کی دھونی لیتے، خوش بو لگاتے اور اگر کوئی اس دوران آپؒ سے اونچی آواز میں بات کرتا، تو فرماتے 'اپنی آواز پست رکھو' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے وہ لوگو، جو ایمان لائے ہو! اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، الخ۔ پس جس نے حدیثِ رسول سنتے ہوئے اونچی آواز سے کوئی بات کی، اُس نے گویا رسول اللہ ﷺ کی آواز سے اپنی آواز اونچی کی۔《۱》

قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا:

{لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا}《۲》

(اے لوگو) اپنے درمیان رسول کو بلانے کو ایسا (معمولی) نہ سمجھو، جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلایا کرتے ہو۔

معنی آیت کے یہ ہیں کہ آں حضرت ﷺ جب لوگوں کو بلائیں تو اس کو عام

(۱) سیر اعلام النبلاء: ۹/ ۱۵۴

(۲) سورۃ النور: 63

لوگوں کے بلانے کی طرح نہ سمجھو کہ اس میں آنے نہ آنے کا اختیار رہتا ہے، بلکہ اس وقت آنا فرض ہوجاتا ہے اور بغیر اجازت جانا حرام ہوجاتا ہے۔ آیت کے سیاق وسباق سے یہ تفسیر زیادہ مناسب لگتی ہے، اسی لیے 'مظہری' اور 'بیان القرآن' میں اس کو اختیار کیا ہے۔

اور اس کی ایک دوسری تفسیر حضرت عبداللہ ابن عباس سے 'ابن کثیر' اور 'قرطبی' وغیرہ نے یہ نقل کی ہے کہ {دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ} سے مراد لوگوں کا رسول اللہ ﷺ کو کسی کام کے لیے پکارنا اور بلانا ہے (جو نحوی ترکیب میں اضافت الی المفعول ہوگی)، اس تفسیر کی بنا پر معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ جب تم رسول اللہ ﷺ کو کسی ضرورت سے بلاؤ یا مخاطب کرو تو عام لوگوں کی طرح آپ کا نام لے کر- یا محمد- نہ کہو کہ بے ادبی ہے، بلکہ تعظیمی القاب کے ساتھ 'اے اللہ کے رسول'، 'اے اللہ کے نبی' وغیرہ کہا کرو۔

اس کا حاصل رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا مسلمانوں پر واجب ہونا اور ہر ایسی چیز سے بچنا ہے جو ادب کے خلاف ہو یا جس سے آں حضرت ﷺ کو تکلیف پہنچے۔﴿۱﴾

❑❖❑

(۱) معارف القرآن: 6/455

⑤ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا

رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا بھی ایمان کا جزو ہے، اور محبت بھی ایسی، جو انسان کے اپنے اہل وعیال بلکہ اپنے نفس پر بھی غالب ہو۔

ایمان والوں کی صفات بتاتے ہوئے قرآنِ کریم گویا ہے:

{اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ}﴿۱﴾

نبی کی ذات مومنوں کے لیے اپنی جانوں سے بھی مقدّم ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کا حکم ہر مسلمان کے لیے اپنے ماں باپ سے زیادہ واجب التعمیل ہے، اگر ماں باپ آپ ﷺ کے کسی حکم کے خلاف کہیں، اُن کا کہنا ماننا جائز نہیں، اِسی طرح خود اپنے نفس کی تمام خواہشات پر بھی آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل مقدم ہے۔﴿۲﴾

ایک مقام پر ارشادِ ربانی ہے:

{قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ

---

(۱) سورۃ الاحزاب:٦

(۲) معارف القرآن:۷/۸۷

مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ، وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ}﴿۱﴾

اے نبی! کہہ دیجیے کہ اگر تمھارے ماں، باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، عزیز واقارب اور وہ مال جو تم نے کمایا ہے، تمھاری تجارت- جس کے مندا پڑنے کا تمھیں ڈر ہے- اور تمھارے پسندیدہ گھر، اگر تمھیں اللہ اور اُس کے رسول کی راہ میں جہاد سے زیادہ پیارے ہیں، تو پھر انتظار کرو حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آجائے اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا (جو اس طرح کا معاملہ کرتے ہیں)۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی، اُس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا، جب تک اُس کے نزدیک، اُس کی اولاد سے زیادہ، اُس کے ماں باپ سے زیادہ اور تمام انسانوں سے زیادہ، میں محبوب نہ ہوجاؤں۔﴿۲﴾

محبتِ رسول میں حد سے بڑھ جانا بھی نامناسب عمل ہے یعنی شریعتِ اسلام میں رسول کی عظمت ومحبت تو فرض ہے، اس کے بغیر ایمان ہی نہیں ہوتا، مگر رسول کو کسی صفت یا علم یا قدرت وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے برابر کردینا گم راہی اور شرک ہے۔ قرآنِ کریم نے شرک کی حقیقت یہی بیان فرمائی ہے کہ غیر اللہ کو کسی صفت میں اللہ کے برابر

(۱) سورۃ التوبہ: ۲۴

(۲) بخاری: ۱۵

کریں {اِذْ نُسَوِّیْکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ}(۱) کا یہی مفہوم ہے۔آج بھی جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب اور خدا تعالیٰ کی طرح ہر جگہ موجود و حاضر و ناظر کہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی عظمت و محبت کا حق ادا کر رہے ہیں، حالاں کہ وہ خود رسول اللہ ﷺ کے حکم کی اور عمر بھر کی کوششوں کی مخالفت کر رہے ہیں۔

اس آیت میں اُن کے لیے بھی سبق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عظمت و محبت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسی ہی مطلوب ہے، جیسی صحابہ کرامؓ کے دل میں آپ ﷺ کی تھی، اس سے کمی بھی جُرم ہے اور اِس میں زیادتی بھی غلو اور گمراہی ہے۔(۲)

❑❖❑

(۱) سورۃ الشعراء:۹۸

(۲) معارف القرآن:۱/ ۵۵-۳۵۶-۳، بتغیر

⑥ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرنا

رسول اللہ ﷺ کی عزت و ناموس کا دفاع کرنا تمام اہلِ ایمان پر ہر دم واجب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیکڑوں مرتبہ عفو و درگزر کے باوجود اس طرف توجہ دلائی ہے۔

بخاری شریف میں حضرت بَرا ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسانؓ سے فرمایا: تم مشرکوں کی ہجو کرو (جس نے تمھارے نبی کی شان میں نازیبا کلمات کہے، یا ہجو کی ہے)، جبریلؑ تمھارے ساتھ ہیں۔(۱)

امت کو جو رسول اللہ ﷺ کے دفاع کا حکم دیا گیا، یہ خود امت کے حق میں درجات کی بلندی کا سبب ہے، ورنہ باری تعالیٰ کو کسی کی حاجت نہیں اور اُس نے اپنے حبیب کی حفاظت کی ذمّے داری خود اپنے ذمّے لے رکھی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

{فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ، وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ}(۲)

پس اب اللہ کافی ہے آپ کی طرف سے، اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

---

(۱) بخاری: ۳۲۱۳

(۲) سورۃ البقرہ: ۱۳۷

اس آیت میں واضح کر دیا گیا کہ آپ ﷺ اپنے مخالفوں کی زیادہ فکر نہ کریں، ہم خود اُن سے نمٹ لیں گے اور یہ ایسا ہی ہے، جیسے دوسرے مقام پر **{وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ}**﴿۱﴾ میں اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ فرمادیا کہ آپ ﷺ مخالفین کی فکر نہ کریں، اللہ تعالیٰ اُن سے آپ کی حفاظت خود کریں گے۔﴿۲﴾

سیرتِ نبوی ﷺ کا مشہور واقعہ ہے کہ جس وقت مدینے کے لوگوں نے بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو مدینے میں تشریف آوری کی دعوت دی تھی، انھوں نے اُس وقت بھی آپ ﷺ کی حفاظت اور دفاع کا وعدہ کیا تھا۔

حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم سب اکٹھے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرنے لگے، یہاں تک کہ آپ ﷺ تشریف لے آئے۔ اُس وقت آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے چچا عباس بن عبدالمطلب تھے، جو کہ اُس وقت تک اپنے باپ دادوں کے دین پر تھے۔ اُنھوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ محمد ﷺ کا ہمارے درمیان کیا مقام ہے؟ ہم نے اُنھیں اُن لوگوں سے آج تک محفوظ رکھا ہے، جو دین میں ہمارے جیسی (اور اِن سے مختلف) رائے رکھتے ہیں، لہٰذا وہ اپنی قوم میں عزت اور اپنے شہر میں حفاظت کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا: آپ نے جو کچھ کہا، وہ ہم نے سُن لیا، اے اللہ کے رسول ﷺ اب آپ کچھ ارشاد فرمائیں!

---

(۱) سورۃ المائدہ:۶۷

(۲) معارف القرآن:۱/۵۶۳، بتغیر

آپ ﷺ نے قرآنِ کریم کی تلاوت فرمائی، اللہ عز وجل کی طرف اُنھیں دعوت دی اور اسلام کی رغبت دلائی اور فرمایا: میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم ہر اُس چیز سے میری حفاظت کرو گے، جس سے اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔

اس پر بَرا ابن معرورؓ نے آپ ﷺ کا دستِ مبارک تھام کر عرض کیا: ہاں، اُس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! ہم یقیناً اس چیز سے آپ ﷺ کی حفاظت کریں گے، جس سے اپنی جانوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اے اللہ کے رسول! آپ ہم سے بیعت لیں، ہم (گویا) جنگ کے بیٹے ہیں اور ہتھیاروں سے خوب واقف ہیں، یہ وراثت ہمیں ہمارے باپ دادوں سے ملی ہے۔(۱)

❑❖❑

(۱) مسند احمد: ۱۵۷۹۸

⑦ رسول اللہ ﷺ کی مدد و نصرت کرنا

رسول اللہ ﷺ کی بھرپور مدد و نصرت کرنا بھی ہر ایمان والے پر لازم ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

{وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ، اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ}(۱)

اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون غیب کی باتوں کو بغیر دیکھے اُس کی اور اُس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ (اس کے ذریعے تمھیں آزمانا اور نوازنا چاہتا ہے، ورنہ) بے شک اللہ تعالیٰ تو بہت قوت والا اور غلبے والا ہے۔

سابقہ انبیاے کرام علیہم السلام سے بھی رسول اللہ حضرت محمد ﷺ کی نصرت و حمایت کا عہد لیا گیا تھا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

{وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ}(۲)

اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب وحکمت عطا

(۱) سورۃ الحدید:۲۵

(۲) سورۃ آل عمران:۸۱

کروں پھر تمھارے پاس ایک رسول آئے، جو تمھاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمھیں ضرور اُس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اُس کی مدد کرنی ہوگی۔

اللہ کے فرشتے بھی رسول اللہ ﷺ کے رفیق و مددگار رہیں، جیسا کہ فرمایا گیا:

{فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ}﴿۱﴾

بے شک! اللہ اور جبریل اور نیک مومنین اُس (رسول) کے حامی و دوست ہیں اور ان کے علاوہ (دیگر) فرشتے بھی۔

اس لیے رسول اللہ ﷺ کی حیات میں اور وفات کے بعد قیامت تک مومنین پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدد و نصرت کریں۔ آپ ﷺ کی حیات میں تو آپ ﷺ کے اصحابؓ نے اس نصرت کا گویا حق ادا کر دیا، اب آپ ﷺ کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد مومنین پر لازم ہے کہ وہ مندرجۂ ذیل صورتوں میں رسول اللہ ﷺ کی مدد و نصرت کریں:

(۱) آپ ﷺ کی سنت کی باطل پرستوں کے ناجائز حیلوں، جاہلوں کی تحریف و تخریب سے حفاظت کرنا۔

(۲) طعن پرستوں کے طعن اور گستاخوں کی گستاخی سے دفاع کرنا۔

موجودہ دور میں وقتاً فوقتاً جو گستاخِ رسول ﷺ انسانی آبادی میں شر پھیلاتے

(۱) سورۃ التحریم: ۴

رہتے ہیں، اس پر حکمتِ عملی کے ساتھ قدغن لگانا بھی اس حکم میں داخل ہے، اس لیے کہ پوری امت پر رسول اللہ ﷺ کی شان میں ہونے والی ادنیٰ گستاخی کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کرنا واجب اور نہایت ضروری ہے۔

سیکولرزم یا جمہوریت کے نام پر آج جن ناپاک کوششوں کو جواز فراہم کیا جا رہا ہے، وہ کسی طور مناسب نہیں۔ اگر جمہوریت واقعی انسان کو بے مہار چھوڑ دینے کی قائل ہے، تو کل کوئی اس کا فایدہ اٹھا کر کسی کی ماں کی برہنہ تصویر کو برسرِ عام کسی شرم ناک فعل کا مرتکب دکھا سکتا ہے، کسی کی بہن اور بیٹی کی عزت کو سرِ عام نیلام کر سکتا ہے، تو کیا کوئی عقل منداس حرکت کو درست ٹھہرا سکتا ہے؟

اگر نہیں تو مسلمانوں کے رگ رگ میں جس رحمۃ للعالمین ﷺ کی محبت لہو کی طرح گردش کرتی ہے، اُس عظیم و برتر ہستی کے ساتھ بھی ایسی کوئی حرکت برداشت نہیں کی جا سکتی! اس لیے آپ ﷺ سے منسوب کارٹون بنانے یا ایسی کوئی اور حرکت کرنے والوں کی حکمت کے ساتھ حد درجہ حوصلہ شکنی اشد ضروری ہے۔

❑❖❑

⑧ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیتؓ اور صحابہؓ سے محبت رکھنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت اور آپ کے اصحاب سے محبت کا معاملہ کرنا بھی ایمان والوں پر لازم وضروری ہے۔

اور ازواجِ مطہراتؓ بھی اہلِ بیت میں داخل ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا:

{اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا}﴿۱﴾

(اے نبی کی گھر والیوں!) اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ وہ تم سے نجاست کو دور کر دے اور تمھیں خوب پاک کر دے۔

اس آیتِ مبارکہ میں ازواجِ مطہراتؓ کو قطعی طور پر اہلِ بیت میں شمار کیا گیا۔

ایک مقام پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا:

{اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ}﴿۲﴾

---

(۱) سورۃ الاحزاب: ۳۳

(۲) سورۃ الاحزاب: ٦

مومنین کے لیے نبی کی ذات، اُن کے اپنے نفس پر مقدّم ہے اور نبی کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔

جس وقت صدیقہ بنتِ صدیق، ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی، اُس موقع پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُن کی براءت کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ، لَا تَحۡسَبُوۡہُ شَرًّا لَّکُمۡ، بَلۡ ہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ، لِکُلِّ امۡرِیًٔ مِّنۡہُمۡ مَّا اکۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ، وَالَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَہٗ مِنۡہُمۡ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡہُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِہِمۡ خَیۡرًا، وَّقَالُوۡا ہٰذَاۤ اِفۡکٌ مُّبِیۡنٌ} (۱)

جولوگ یہ بہتان گھڑ لائے ہیں، وہ تم ہی میں کا ایک گروہ ہے۔ اس واقعے کو اپنے حق میں شر نہ سمجھو، بلکہ اس میں تمھارے لیے خیر ہی ہے۔ ان میں سے جس نے اس شر میں جتنا حصہ لیا، اُس پر اتنا ہی وبال ہے، اور ان میں جس نے اس گناہ میں سب سے زیادہ حصہ لیا، اُس کے لیے عذابِ عظیم ہے۔ جب تم نے یہ بات سنی تھی تو مومن مَردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا اور کیوں نہ کہا کہ یہ تو صریح بہتان ہے۔

علاوہ ازیں حضرت نبی کریم ﷺ ایک دن تشریف فرما ہوئے، آپ پر سیاہ

(۱) سورۃ النور:۱۱-۱۲

بالوں کی بنی ہوئی منقش چادر تھی۔ اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آ گئے۔ آپ ﷺ نے اُن کو چادر میں لے لیا۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے تو وہ بھی اس چادر میں داخل ہو گئے۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لے آئیں، تو آپ ﷺ نے اُنھیں بھی چادرِ مبارک میں داخل فرما لیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ پہنچ گئے، تو آپ ﷺ نے اُنھیں بھی چادر میں لے لیا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اہلِ بیت! اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم سے ہر بُری چیز کو دور فرما کر تمھیں خوب پاک صاف کر دیں۔(۱)

اہلِ بیت وآلِ رسول ﷺ کا مسئلہ امت میں کبھی زیرِ اختلاف نہیں رہا، بہ اجماع واتفاق اُن کی محبت وعظمت لازم ہے۔ اختلافات وہاں پیدا ہوتے ہیں، جہاں دوسروں کی عظمتوں پر حملہ کیا جاتا ہے، ورنہ آلِ رسول ﷺ ہونے کی حیثیت سے عام سادات؛ خواہ اُن کا سلسلۂ نسب کتنا ہی بعید ہو، اُن کی محبت وعظمت عین سعادت واجر وثواب ہے۔(۲)

اس حدیث کو بعض لوگوں نے مذکورہ آیات کے خلاف سمجھا، جو کہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ آیت میں تو قطعی طور پر خطاب ازواجِ مطہراتؓ سے ہے، لہٰذا وہ تو قطعی طور پر اہلِ بیت میں داخل ہیں اور اس حدیث میں ان چار حضرات کے ذکر کا مطلب

(۱) مسلم: ۲۴۲۴

(۲) معارف القرآن: ۷/ ۶۹۲، بتغیر

یہ ہرگز نہیں کہ باقی رشتے دار اہلِ بیت سے خارج ہیں، بلکہ بتانا یہ مقصود ہے کہ یہ چار حضرات آپ ﷺ کے گہرے رشتے دار ہیں۔

اسی طرح مسلم شریف میں ہے کہ جب یہ آیت: {فقل تعالوا ندع ابناءنا و أبناء کم}﴿۱﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا؛ یہ میرے گھر والے ہیں۔﴿۲﴾

مسلم شریف میں ہی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان غدیرِ خم کے مقام پر خطاب فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد کچھ وعظ و نصیحت کی، پھر فرمایا: اے لوگو! میں ایک انسان ہوں، بہت ممکن ہے کہ میرے رب کی طرف سے بُلانے والا میرے پاس آجائے اور میں لبیک کہہ دوں۔ میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جن میں سے ایک تو اللہ کی کتاب ہے، جس میں ہدایت و نور ہے، پس تم اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔ پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو اللہ کی کتاب کی طرف رغبت دلائی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: دوسری چیز میرے اہلِ بیت ہیں۔ میں تمھیں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں! میں تمھیں اہلِ بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں! میں تمھیں اہلِ بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں!

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۶۱
(۲) مسلم: ۲۴۰۴

حصین نے ان سے پوچھا: حضرت زید! نبی اکرم ﷺ کے اہلِ بیت کون ہیں؟ کیا آپ ﷺ کی بیویاں اہلِ بیت نہیں؟ وہ کہنے لگے: آپ ﷺ کی بیویاں تو اہلِ بیت ہیں ہی، مگر وہ بھی اہلِ بیت میں داخل ہیں، جن پر صدقہ حرام ہے۔ حصین نے کہا: وہ کون ہیں؟ انھوں نے جواب دیا؛ آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر اور آلِ عباس۔ حصین نے پوچھا: ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں۔﴿۱﴾

علامہ ابن کثیرؒ نے اس مضمون کی متعدد روایات نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ سورۂ احزاب کی آیت: ۳۳ رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ شانِ نزول یہی ہے اور نہیں، تو یہ درست ہے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اہلِ بیت میں اُن کے سوا کوئی اور داخل نہیں تو یہ محلِ غور ہے، اس لیے کہ احادیث کے مطابق اہلِ بیت میں ازواجِ مطہرات کے علاوہ اوروں کا داخل ہونا بھی ثابت ہے۔۔۔جس شخص کو معرفت کا نور حاصل ہو اور وہ قرآنِ کریم میں تدبر کرنے کا عادی ہو، وہ یقیناً ایک نظر میں جان لے گا کہ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی بیویاں بلاشبہ داخل ہیں، اس لیے کہ اوپر سے کلام ہی اُن کے ساتھ اور اُنھیں کے بارے میں چل رہا ہے۔۔۔ہاں! جب کہ آپ کی ازواج آپ کی اہلِ بیت میں سے ہوئیں تو آپ کے قریبی رشتے دار بہ طورِ اولیٰ آپ ﷺ کے اہلِ بیت ہیں، جیسا کہ حدیث میں گزر چکا کہ میرے اہلِ بیت زیادہ حق دار ہیں۔

---

(۱) مسلم: ۲۴۰۸

اس کی مثال میں یہ آیت بہ جا طور پر پیش کی جا سکتی ہے: {لمسجد أسس علی التقوی من أول یوم، الآیۃ}(۱) اس لیے کہ یہ نازل تو ہوئی ہے مسجدِ قبا کے بارے میں، جیسا کے احادیث میں بہ صراحت وارد ہوا ہے، لیکن مسلم شریف میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اس مسجد سے کون سی مسجد مراد ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ میری ہی مسجد ہے یعنی مسجدِ نبوی۔

پس جو صفت مسجدِ قبا میں تھی، وہی صفت چوں کہ مسجدِ نبوی میں بھی ہے، اس لیے اس مسجد کو بھی اُسی نام سے اِس آیت کے تحت داخل کر دیا۔(۲)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اہلِ ایمان کا شیوہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

{وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ}(۳)

اور جو لوگ صحابہ کرامؓ کے بعد آئے، وہ یوں دعا کرتے ہیں؛ اے ہمارے رب! ہمارے تمام بھائیوں کو بخش دے، جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں اہلِ ایمان کے لیے کوئی بغض نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! بے شک آپ بہت شفقت فرمانے والے اور رحم فرمانے والے ہیں۔

---

(۱) سورۃ التوبہ: ۱۰۸

(۲) تفسیر ابن کثیر: ۱۱/ ۱۵۰-۱۶۱

(۳) سورۃ الحشر: ۱۰

اب یہ بھی جان لیں کہ 'صحابی' اسے کہتے ہیں، جس نے ایمان کی حالت میں حضرت نبی کریم ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو اور اسی حالت میں وہ دنیا سے رخصت بھی ہوا ہو۔ 'صحابہ' صحابی کی جمع ہے۔(۱)

حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہؓ کو برا مت کہو، اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو میرے صحابہؓ کے خرچ کیے ہوئے ایک مُد بلکہ اس کے نصف کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتا۔(۲)

ایک حدیث میں فرمایا: میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو! میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو! میرے بعد انھیں 'نشانہ' مت بنا لینا، کیوں کہ جو شخص ان سے محبت کرے گا، وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا، جو ان سے بغض رکھے گا، وہ در حقیقت مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا، جس نے انھیں تکلیف پہنچائی، اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، جس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ تعالیٰ اسے جلد ہی اپنی گرفت میں لے لے گا۔(۳)

❑❖❑

(۱) انظر تدریب الراوی: ۲/ ۶۶۷

(۲) بخاری: ۳۶۷۳

(۳) ترمذی: ۳۸۶۲

⑨ رسول اللہ ﷺ
کے دوستوں سے دوستی دشمنوں سے دشمنی

رسول اللہ ﷺ کا ایک حق اہلِ ایمان پر یہ ہے کہ آپ ﷺ کے دوستوں سے دوستی اور آپ کے دشمنوں سے دشمنی رکھی جائے۔ظاہر ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے، اُس کے جاں نثاروں سے بھی محبت ہوتی ہے، اس لیے ضروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والوں سے محبت کا اور آپ ﷺ سے دشمنی رکھنے والوں سے دشمنی کا معاملہ کیا جانا فطری ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

{اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ}(۱)

اللہ تعالیٰ تمھیں کافروں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع کرتا ہے، جنھوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ کی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے

(۱) سورۃ الممتحنۃ:۹

نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی، جو لوگ ایسے کافروں سے دوستی کریں گے، وہ ظالم ہیں۔

اس آیت میں اُن کفار کا بیان ہے، جو مسلمانوں کے مقابلے میں جنگ وقتال کر رہے ہوں اور مسلمانوں کو اُن کے گھروں سے نکالنے میں کوئی حصہ لے رہے ہوں، اُن کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ موالات اور دوستی سے منع فرماتا ہے، اِس میں بر واحسان کا معاملہ کرنے کی ممانعت نہیں، بلکہ صرف قلبی دوستی اور دوستانہ تعلقات کی ممانعت ہے، اور یہ ممانعت کچھ ان برسرِ پیکار دشمنوں کے ساتھ نہیں بلکہ اہلِ ذمہ اور اہلِ صلح کافروں کے ساتھ بھی قلبی موالات اور دوستی جائز نہیں۔ اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ حربی یعنی برسرِ پیکارِ جنگ کفار کے ساتھ عدل وانصاف تو اسلام میں ضروری ہے ہی اور ممانعت صرف موالات یعنی دوستی کی کی گئی ہے، بر واحسان کی ممانعت نہیں کی گئی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محسنانہ سلوک برسرِ پیکار دشمنوں کے ساتھ بھی جائز ہے، البتہ دوسری نصوص کی بنا پر یہ شرط ہے کہ اُن کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنے سے مسلمانوں کو کسی ضرر کا خطرہ نہ ہو، جہاں یہ خطرہ ہو، وہاں برّ واحسان اُن پر جائز نہیں، ہاں عدل وانصاف ہر حال میں ہر شخص کے لیے ہر وقت ضروری اور واجب ہے۔(۱)

اس آیت اور اُس کی تفسیر میں یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ مومنوں کو اُسی سے محبت و دوستی رکھنی چاہیے جو اللہ اور اُس کے رسول اور مومنوں کا دوست اور چاہنے والا

---

(۱) معارف القرآن: ۷/ ۴۰۶، بتغیر

ہو۔اس بات کو رسول اللہ ﷺ نے مختلف اقوال و افعال سے بھی بیان فرمایا ہے، جیسا کہ فاطمہ بنت قیسؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے، اُسے چاہیے کہ وہ اُسامہ سے بھی محبت کرے۔﴿۱﴾

اس پر وہ حدیث بھی واضح طور پر دلالت کرتی ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو! میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو! میرے بعد انھیں ’نشانہ‘ مت بنالینا، کیوں کہ جو شخص ان سے محبت کرے گا، وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا، جو ان سے بغض رکھے گا، وہ درحقیقت مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا، جس نے انھیں تکلیف پہنچائی، اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، جس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی تو اللہ تعالیٰ اسے جلد ہی اپنی گرفت میں لے لے گا۔﴿۲﴾

آپ ﷺ کے لیے محبت اور آپ ہی کے لیے دشمنی کی صحابہ کرامؓ نے بہترین مثالیں پیش کی ہیں۔ ایک روایت میں ہے؛ عبد اللہ بن ابی (رئیس المنافقین) ایک دیوار کے سائے میں کھڑا تھا، رسول اللہ ﷺ وہاں سے (دراز گوش پر) گذرے، تو وہ کہنے لگا: ابن ابی کبشہ نے ہمیں گرد آلود کر دیا۔ یہ سُن کر اُس کے بیٹے - جو کہ پکے

---

(۱) مسلم: ۲۹۴۲

(۲) ترمذی: ۳۸۶۲

مسلمان اور صحابیِ رسول ہیں- نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ اُس ذات کی قسم! جس نے آپ کو عزت بخشی، اگر آپ حکم دیں تو میں ان کا سر کاٹ کر آپ کی خدمت میں پیش کر دوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! اپنے والد کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اچھی طرح رہو۔﴿۱﴾

قربان جائیے صحابہ کرامؓ پر! انھوں نے اپنے نفس اور اپنی آل و اولاد سے زیادہ کس طرح رسول اللہ ﷺ کے تئیں سچی محبت کا ثبوت پیش کیا۔

مدینہ منورہ ہجرت کے بعد فتوحات سے قبل جب مسلمانوں کو سخت عُسرت کی زندگی بسر کرنی پڑی، اُس وقت کا ایک واقعہ بھی ملاحظہ ہو، جس کا ذکر قرآنِ کریم میں اس طرح آیا ہے:

{يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا، وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا}﴿۲﴾

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت و آرائش چاہتی ہو تو میں تمھیں کچھ مال دے دوں اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول اور آخرت کی طلب گار ہو تو تم میں جو نیکوکاری کرنے والی

(۱) مجمع الزوائد:۹/ ۵۲۸

(۲) سورۃ الاحزاب:۲۸-۲۹

ہیں، اُن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

یہاں جو ازواجِ مطہراتؓ کو طلاق لینے کا اختیار دینا مذکور ہے، اس کا سبب ایک یا چند واقعات ہیں؛ جو ازواجِ مطہراتؓ کی طرف سے پیش آئے، جو رسول اللہ ﷺ کے منشا کے خلاف تھے، جن سے بلا قصد و اختیار رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچی۔ اُن واقعات میں سے ایک واقعہ وہ ہے جو صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت جابرؓ کی روایت سے مفصل آیا ہے، اس میں مذکور ہے کہ ازواجِ مطہراتؓ نے جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ سے اس کا مطالبہ کیا کہ ان کا نان ونفقہ بڑھایا جائے۔

ابو حیان نے اس کی تشریح یہ بیان کی ہے کہ غزوۂ احزاب کے بعد بنو نضیر، پھر بنو قریظہ کی فتوحات اور اموالِ غنیمت کی تقسیم نے عام مسلمانوں میں ایک گونہ خوش حالی پیدا کر دی تھی، ازواجِ مطہراتؓ کو اس وقت یہ خیال ہوا کہ ان اموالِ غنیمت میں سے آں حضرت ﷺ نے بھی اپنا حصہ رکھا ہوگا، اس لیے انھوں نے جمع ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ کسریٰ و قیصر کی بیبیاں طرح طرح کے زیورات اور قیمتی لباسوں میں ملبوس ہیں اور ان کی خدمت کے لیے کنیزیں ہیں اور ہمارا حال، فقر و فاقہ آپ دیکھتے ہیں، اس لیے اب کچھ توسع سے کام لیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہراتؓ کی طرف سے یہ مطالبہ سنا کہ ان کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے جو بادشاہوں اور دنیاداروں میں ہوتا ہے تو آپ ﷺ کو اس سے بہت رنج ہوا کہ انھوں نے بیتِ نبوت کی قدر نہ پہچانی۔ ازواجِ مطہرات کو خیال نہ تھا کہ اس سے آپ ﷺ کو ایذا

پہنچے گی، عام مسلمانوں میں مالی وسعت دیکھ کر اپنے لیے بھی وسعت کا خیال اُن کے دل میں آ گیا تھا۔

اس آیت نے سب ازواجِ مطہرات کو اختیار دے دیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی موجودہ حالت یعنی معاشی عُسرت و تنگی کے ساتھ آپ ﷺ کی زوجیت میں رہنا قبول کریں یا پھر آپ ﷺ سے طلاق کے ساتھ آزاد ہو جائیں۔ ترمذی نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیتِ تخییر نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے اظہار و اعلان کی ابتدا مجھ سے فرمائی اور آیت سنانے سے پہلے فرمایا کہ میں تم سے ایک بات کہنے والا ہوں، مگر تم اس کے جواب میں جلدی نہ کرنا، بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے جواب دینا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ مجھ پر خاص عنایت تھی کہ مجھے والدین سے مشورے کے بغیر اظہارِ رائے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا، کیوں کہ آپ ﷺ کو یقین تھا کہ مجھے میرے والدین کبھی یہ رائے نہ دیں گے کہ میں آپ ﷺ سے مفارقت اختیار کر لوں۔ میں نے جب یہ آیت سنی تو فوراً عرض کیا: کیا میں اس معاملے میں والدین سے مشورہ لینے جاؤں؟ میں تو اللہ کو اور اُس کے رسول کو اور دارِ آخرت کو اختیار کرتی ہوں۔ پھر میرے بعد سب ازواجِ مطہراتؓ کو قرآنِ کریم کا یہ حکم سنایا گیا، سب نے وہی کہا جو میں نے اوّل کہا تھا، یعنی کسی نے بھی دنیا کی فراخی کو رسول اللہ ﷺ کی زوجیت کے مقابلے میں قبول نہ کیا۔(۱)

---

(۱) ماخوذ از معارف القرآن: ۷/۱۲۷-۱۲۸

اس موقع پر حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے لیے پہنچے، انھیں معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اپنے گودام کے بالا خانے میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت عمرؓ وہاں حاضر ہوئے اور دیکھا کہ آپ ﷺ کے غلام حضرت رباحؓ بالا خانے کی دہلیز پر بیٹھے ہیں۔۔۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں، میں نے رباح کو آواز دی؛ رباح! رسول اللہ ﷺ سے میرے لیے حاضری کی اجازت لے لو۔ رباح نے اندر دیکھا، لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے پھر کہا؛ رباح! رسول اللہ ﷺ سے میرے لیے حاضری کی اجازت لے لو۔ رباح نے کمرے کی طرف دیکھا اور پھر میری طرف دیکھا، لیکن زبان سے کچھ نہ کہا۔ تیسری بار میں نے اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کہا؛ اے رباح! رسول اللہ ﷺ سے میرے لیے حاضری کی اجازت لے لو۔ (رباح کی بار بار خاموشی سے) مجھے شک ہوا کہ رسول اللہ ﷺ شاید یہ سمجھ رہے ہیں کہ مَیں (اپنی بیٹی) حفصہؓ کی سفارش کے لیے آیا ہوں (اس لیے میں نے بلند آواز سے کہا:) اللہ کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ مجھے حفصہ کی گردن اڑانے کا حکم دیں تو میں حفصہ کی گردن بھی اڑا دوں گا۔﴿۱﴾

بس بتانا یہی مقصود تھا کہ ان حضرات کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی رضامندی پر اہل وعیال بلکہ سب کچھ قربان تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کا کوئی حصہ عنایت فرمادے۔ آمین

❑❖❑

---

(۱) مسلم: کتاب الطلاق، باب بیان تخییر لامرأتہ لا یکون طلاقا الا بالنیۃ

⑩ رسول اللہ ﷺ

پر صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرنا

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کرنا مومنین کے لیے سعادت مندی کی بات اور آپ ﷺ کا حق ہے۔

قرآنِ کریم میں ہے:

{اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا}﴿۱﴾

بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود وسلام بھیجا کرو۔

مقصود اس آیتِ مبارکہ سے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قدر ومنزلت، عزت اور مرتبت لوگوں کے سامنے واضح ہو جائے، وہ یہ جان لیں کہ خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کا ثنا خواں ہے اور اُس کے فرشتے آپ ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ ملأ اعلیٰ کی یہ خبر دے کر اب زمین والوں کو حکم دیتا ہے کہ تم بھی رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجا کرو

---

(۱) سورۃ الاحزاب:۵٦

تا کہ عالمِ علوی اور عالمِ سفلی کے لوگوں کا اس پر اجماع ہو جائے۔(۱)

'صلوٰۃ' عربی زبان میں مندرجۂ ذیل چند معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے:

(۱) رحمت

(۲) دعا

(۳) مدح وثنا

اور لفظِ 'سلام' مصدر بہ معنیٰ 'السلامۃ' ہے اور اس سے مراد نقائص وعیوب اور آفتوں سے سالم رہنا ہے۔ آیتِ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف صلوٰۃ کی جو نسبت کی ہے، اُس سے مراد رحمت نازل کرنا، فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ، ان کا آپ ﷺ کے لیے دعا کرنا اور عام مومنین کی طرف سے صلوٰۃ کا مفہوم دعا اور مدح وثنا کا مجموعہ ہے۔

عامۂ مفسرین نے یہی معنی لکھے ہیں اور امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے کہ صلوٰۃ سے مراد آپ ﷺ کی تعظیم اور فرشتوں کے سامنے مدح وثنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کی تعظیم دنیا میں تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کو بلند مرتبہ عطا فرمایا کہ اکثر مواقعِ اذان واقامت وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ ﷺ کا ذکر شامل کر دیا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو دنیا بھر میں پھیلا دیا، غالب کیا اور آپ ﷺ کی شریعت پر عمل قیامت تک جاری رکھا، اس کے ساتھ آپ ﷺ کی شریعت کو محفوظ رکھنے کا ذمہ حق تعالیٰ نے خود لے لیا۔

---

(۱) تفسیر ابن کثیر: 6/457 دار طیبہ

اورآخرت میں آپ ﷺ کی تعظیم یہ ہے کہ آپ کا مقام تمام خلائق سے بلند و بالا کیا اور جس وقت کسی پیغمبر اور فرشتے کو شفاعت کی مجال نہ ہوگی، اُس حال میں آپ کو مقامِ شفاعت عطا فرمایا جائے گا، جس کو 'مقامِ محمود' کہا جاتا ہے۔

اس معنی پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام میں روایاتِ حدیث کے مطابق آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے آل واصحاب کو بھی شامل کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور مدح وثنا میں آپ ﷺ کے سوا کسی اور کو کیسے شریک کیا جاسکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تعظیم اور مدح وثنا وغیرہ کے درجات بہت ہیں، رسول اللہ ﷺ کو اس کا اعلیٰ درجہ حاصل ہے اور ایک درجے میں آل واصحاب اور عام مومنین بھی شامل ہیں۔﴿۱﴾

مذکورہ بالا آیت میں صلوٰۃ وسلام کو امر کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا گیا اور چوں کہ اصول یہ ہے کہ امر وجوب کی دلالت کرتا ہے اور جب آیتِ مبارکہ سے تکرار کا وجوب ثابت نہیں، تو زندگی بھر میں کم از کم ایک مرتبہ صلوٰۃ وسلام بھیجنا فرض ہوگا اور بار بار پڑھنا مستحب ہے۔﴿۲﴾

جمہور فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ جب کوئی رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرے یا سُنے تو اُس پر درود شریف پڑھنا واجب ہو جاتا ہے، کیوں کہ حدیث میں آپ ﷺ کے ذکرِ مبارک کے وقت درود شریف نہ پڑھنے پر وعید آئی ہے۔۔۔اس لیے اگر مجلس میں

---

(۱) معارف القرآن: ۸/۲۲۱-۲۲۳ بتصرف

(۲) فتاوی اسلامیہ: ۱/۱۹۰ بتغیر

آپ ﷺ کا ذکرِ مبارک بار بار آئے تو صرف ایک مرتبہ درود پڑھنے سے واجب ادا ہو جاتا ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ جتنی بار ذکرِ مبارک خود کرے یا کسی سے سنے، ہر مرتبہ درود شریف پڑھے۔ نیز جس طرح زبان سے ذکرِ مبارک کے وقت زبانی صلوٰۃ وسلام واجب ہے، اسی طرح قلم سے لکھنے کے وقت صلوٰۃ وسلام کا لکھنا بھی واجب ہے اور اس میں جو لوگ حروف کا اختصار کرکے (صلعم) یا صرف (ؐ) لکھ دیتے ہیں، اُنھیں پورا صلوٰۃ وسلام لکھنا چاہیے۔

آج کل کمپیوٹر کتابت میں ایک بٹن دبا کر مکمل لکھا جانے والا درود (ﷺ) کامل ہی ہے، اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا، اور اس سے مقصود کتابت کا حسن ہے۔

ذکرِ مبارک کے وقت افضل واعلیٰ اور مستحب تو یہی ہے کہ صلوٰۃ وسلام دونوں پڑھے اور لکھے جائیں، لیکن اگر کوئی شخص ان میں سے ایک یعنی صرف صلوٰۃ یا صرف سلام پر اکتفا کرے تو جمہور فقہا کے نزدیک کوئی گناہ نہیں۔﴿۱﴾

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام ایک ساتھ بھیجنے چاہئیں، صرف صلی اللہ علیہ یا صرف علیہ السلام نہ کہے۔ اس آیت میں بھی دونوں ہی کا حکم ہے، پس اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جائے؛ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً یا صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ۔﴿۲﴾

---

(۱) معارف القرآن: ۷ / ۲۲۴-۲۲۵ بتغیر

(۲) تفسیر ابن کثیر: 6/479

صلوٰۃ وسلام ایسی نیکی ہے، جس سے مومن کے نامۂ اعمال میں بے شمار ثواب لکھا جاتا ہے، جیسا کہ روایات میں کثرت سے آیا ہے۔ مشتے نمونے از خروارے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔(۱) ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مومن مجھ پر درود بھیجتا ہے، فرشتے اُس کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں، اب جو چاہے کم پڑھے، جو چاہے زیادہ پڑھے۔(۲) ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ لوگ ہوں گے، جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتے ہوں۔(۳)

درود شریف کا نذرانہ پیش کرنے والے کا درود رسول اللہ ﷺ تک اہتمام سے پہنچایا جاتا ہے، اس طرح یہ اپنے آقا کی بارگاہ میں باریابی کا بہتریں ذریعہ بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری قبر کو عبادت گاہ نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو، بے شک تمھارا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے، خواہ تم کہیں بھی رہو۔(۴)

---

(۱) مسلم: ۳۸۴

(۲) ابن ماجہ: ۹۰۷

(۳) ترمذی: ۴۸۴

(۴) ابوداود: ۲۰۴۱

اس سب کے باوجود حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں درود وسلام کا نذرانہ پیش نہ کرنا، سخت محرومی کا باعث ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا، اُس نے جنت کا راستہ کھو دیا۔﴿۱﴾ ایک روایت میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حقیقی معنوں میں بخیل وہ شخص ہے، جس کے پاس میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔﴿۲﴾ ایک مشہور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ناک خاک آلود ہو وہ شخص، جس کے پاس میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔﴿۳﴾

اللہ تعالیٰ ہمیں زیادہ سے زیادہ درود وسلام کا نذرانہ پیش کرنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین

❑❖❑

نظرِثانی

العبد ندیم احمد عفی عنہ انصاری

خادم الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

۱۲/ ربیع الاوّل، ۱۴۴۲ھ، بعد نمازِ عشاء

---

(۱) ابن ماجہ: ۹۰۸

(۲) ترمذی: ۳۵۴۵

(۳) ترمذی: ۳۵۳۹